رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دیں کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ ممالک غیر کے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا (الہام مسیح موعود)

جلد ۵ | ۶- اکتوبر ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۱۸- ذوالحجہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۲۸

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

موسم میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ ابر و باد کئی دن سے مفقود۔ اور مطلع بالکل صاف ہے۔

جناب میر محمد اسحاق صاحب جیسا کہ پہلے پرچہ میں لکھا گیا تھا۔ ۲- اکتوبر کو ہی تشریف لے آئے تھے۔ مگر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ابھی تک شملہ میں ہی ہیں۔ حضرت اقدس کے ہمراہ تشریف لائیں گے۔

مدرسہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول ۴- اکتوبر کو کھل گئے ہیں بعض طلباء ابھی تک نہیں آئے۔ ان کے والدین کو لازم ہے انہیں بھیجدینا چاہئے۔ ورنہ ان کی تعلیم میں حرج ہوگا۔

اخبار احمدیہ

سفر شملہ

۲۵ ستمبر - بعد نماز مغرب حضرت سیر کو تشریف لیگئے فرمایا کہ آج قرآن کریم کے نوٹ لکھتا رہا ہوں۔ کام کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ ابھی تک اعصاب میں طاقت نہیں آئی کیونکہ کام سے دماغ گھبرا گیا۔ سر میں درد ہوئی۔ آج لمبا سیر کیا گیا۔ اور پہاڑ کے سینے پر چڑھتے چڑھتے ہم ایسی جگہ پہنچے کہ چاند قریب معلوم ہوتا تھا۔ میں نے عالم تخیل میں چاند کو دیکھ کر سخت بیکلی کا اظہار کرنا چاہا۔ اور ملکہ شب سے کچھ باتیں کرنے کی ٹھانی۔ مگر پاس سے ماسٹر صاحب ! کی آواز نے تخیل سے محسوسات میں لا کھڑا کیا اور پھر آسمان سو حابت کے چاند کو اپنے ساتھ چلتا ہوا پایا۔ الحمد للہ علی ذالک

۲۶ ستمبر - آج آسمان صاف ہے۔ آفتاب اپنی پوری تاب کے ساتھ نکلنے کو ہے موسم نہایت سہانا۔ اتنے میں کسی کے منشی جھنڈیخاں کی ایک نظم پڑھنے کی آواز کانوں میں آئی۔

دسو مولوی جی گلاں سچیاں کہ ناں
بے ادبی دیاں لاجاں مولائیاں کہ ناں

یعنی کہئے جناب مولوی محمد علی صاحب وہ باتیں سچ نکلی ہیں نا! جن کی حضرت محمود کی نسبت مسیح موعود نے خبر دی تھی۔

غرض اسے سنکر قلب پر ایک خاص حالت طاری ہوئی اور عالم خیال میں وہ زمانہ یاد آ گیا۔ جب محمد علی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود کے حضور روزانہ ڈیوٹی

ہوئے وطن وریو یو کے معاملہ میں اپنی برئیت کا اظہار اور خواجہ کی کمزوری کا اقرار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے :- "حضور میرا تو پہلے ہی یہ خیال تھا کہ حضور کو چھوڑ کر اور کونسا اسلام ہے جو ہم پیش کریں گے"

پھر وہ وقت یاد آگیا جب محمد احسن صاحب خطبہ پڑھتے ہوئے اپنے ہاتھ سے (کھجلی) اور زبان سے ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب سے ناچاقی کا بدلہ لے رہے تھے۔ اور فرماتے تھے :-

"آج کل کے بہت سے لونڈے - ایم - اے - بن جاتے ہیں مگر دین سے ناواقف ہیں" وغیرہ وغیرہ

پھر مجھے وہ وقت یاد آگیا جب مقدمہ گورداسپور میں محمد علی صاحب اور خواجہ صاحب کے سیح کے حضور کھڑے تھے - اور جلال سے آنریبل والا سیح فرما رہا تھا -

"تم دو وکیل ہو - جاؤ تمہاری پروا نہیں - مجھے آج ہی خدا نے فرمایا ہے تلتعدلی وکیلا"

ان خیالات میں کہ تھا کہ دروازہ ہی نے آواز دی - ہاں ذاک کا م - قلم لیا اور

بدنامی ہے رنگ آ محاق کیسے کیسے

پڑھتے ہوئے لکھنا شروع کر دیا - حضرت کی صحت اچھی ہے - دعا فرماتے ہیں "

حضرت میاں بشیر احمد صاحب - اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اپنے کامیاب سفر تبلیغ سے واپس آگئے ہیں - میاں صاحب کی صحت اچھی نہیں - احباب اس مفید وجود کے لئے دعا کریں -

۲۷ ستمبر - صبح کی نماز کے بعد اختلافات عقائد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا انسان کو کافر بنا دیتا ہے - اسی طرح کافر کو مسلمان قرار دینا بھی انسان کو کافر بنا دیتا ہے - اس لئے جس شخص کو انشراح صدر نہ ہو وہ خاموشی اختیار کرے -

حضرت کی صحت الحمد للہ اچھی ہے - آج حج کا دن ہے - اس لئے حضرت نے بعد دعا کرنے کے لئے جلد تشریف لے گئے اور جس گھڑی کا خدا نے آپ کو گا - ہاں سفر کیا ہے اس کے لئے اصل محافظ کے حضور عرضداشت

پیش کی - منشی غلام نبی صاحب ایڈیٹر الفضل تشریف لے آئے ہیں -

۲۸ ستمبر - آج عید کا دن ہے - نماز شہزادہ بہادر واسعد کی کوٹھی میں ہوئی - خطبہ عید منشی غلام نبی صاحب نے لکھ لیا ہے (جو دوسری جگہ درج ہے)

۲۹ ستمبر - حضرت اقدس کی طبیعت آج صبح خراب تھی - سر درد رہا - آج انجمن احمدیہ شملہ کا جلسہ ہوا - میر محمد اسحٰق صاحب اور چوہدری ظفر اللہ خانصاحب کی تقریریں کامیابی سے ہوئیں -

جناب میر صاحب کا پر اثر لیکچر تناسخ پر قریباً ڈیڑھ گھنٹہ بہت کامیاب ہوا - جس پر اعتراض کرنے کا موقع دیا گیا - اور ایک آریہ مہاشہ گوپی چند صاحب آریہ سماج کے مشہور سپر چارک نے اعتراضات کئے جناب میر صاحب نے نہایت عمدگی سے اعتراضات کا جواب دیا - مہاشہ صاحب موصوف کے اعتراضوں کا بودا پن اس سے ظاہر ہے کہ صاحب آپ کی تقریر پر تمسخر آمیز قہقہے لگاتے تھے اور میر صاحب کے جوابات

جناب چوہدری صاحب نے اس روانی اور تسلسل کیساتھ اردو میں اپنی تقریر کی کہ سامعین محو حیرت ہوگئے -

۳۰ ستمبر - حضرت اقدس کی طبیعت گو آج اچھی نہ تھی - تاہم خدام کی دلداری کے لئے جلسہ گاہ میں تشریف لے گئے - اور میر محمد اسحٰق صاحب کی تقریر ختم ہونے کے بعد قریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک زندہ مذہب پر تقریر فرمائی - مجھے تو ایسا (کشفی رنگ میں) معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعود عصا لئے کھڑے ہیں - اور وہی پیاری صورت ہے جو زندگی میں تھی - حضرت نے اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی دلیل کے طور پر یہ امر پیش کیا کہ آج بھی اس مذہب میں ایسے لوگ ہیں جو قبولیت دعا کا نشان دکھا سکتے ہیں - چنانچہ ہم خدا کے فضل سے امید رکھتے ہیں کہ مخالفین اسلام کے مقابل اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں سنیگا - یہ تجربہ چند بیماروں پر کیا جاسکتا ہے -

یکم اکتوبر - حضرت اقدس کی صحت خدا کے فضل سے اچھی ہے - آج کا دن حضور نے سلسلہ کی ترقی و بہتری کی تجاویز میں گذارا - آج مجھے خدا کے فضل سے پراسپکٹ ہل کی چوٹی پر نفل پڑھنے اور دعا کرنے کا موقع مل گیا - اور پیارے محمود کی صحت سلسلہ عالیہ کی ترقی و اشاعت جماعت کی حفاظت و بہبودی کی غرض و معروض سے نیز تمام اُن لوگوں کے جن کو میں جانتا ہوں نام لے کر دعائیں کیں اور باقیوں کے لئے اسی طرح اللہ سے بہتری مانگی - پس توفیق کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں - الحمد للہ -

۲ - اکتوبر - حضرت امام کی صحت بہت اچھی ہے - حضرت پراسپکٹ ہل پر سیر کو تشریف لے گئے - واپسی کا پروگرام بن گیا ہے -

(نسیم)

نماز جنازہ

چوہدری قادر بخش صاحب نمبردار راتہ نیدکا کی اہلیہ فوت ہوگئی ہیں - احباب نماز جنازہ پڑھیں -

لاہور میں جلسہ

حکیم احمد حسین صاحب احمدی لائلپوری نے ۲۹ - ستمبر کو میاں چراغ الدین صاحب کے مکان پر "ہم اور ہمارے فرائض" کے عنوان سے ایک عمدہ اور مفید تقریر کی -

ولادت

خواجہ عبد الغنی صاحب گلگشت کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام بشیر الدین احمد رکھا گیا ہے

محمد جان صاحب و معرم کوئی افریقہ سے لکھتے ہیں کہ ان کے ہاں لڑکی ۱۵ - جون ۱۹۱۶ء کو پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا گیا - خدا تعالیٰ مبارک کرے -

درخواست دعا

منشی عبد المجید صاحب کا لڑکا گڑھی چوارسی ضلع مصاسکی اہلیہ بیمار ہیں اور خواجہ عبد الحی صاحب گلگت کی بیوی - اور فیاض علی صاحب سرواہ کی لڑکی بیمار ہیں - اور ڈاکٹر امیر الدین صاحب امرتسری بیمار ہیں - احباب دعا فرمائیں - اور بابو محمد صدیق صاحب گارڈ تیسری دفعہ میدان جنگ گئے - انکے اور ان کی اہلیہ کے لئے بھی جو عرصہ سے بیمار ہیں - دعا فرمائیں - علاوہ ازیں جناب خان ذوالفقار علی خانصاحب گوہر کے بچے ہادی و ممتاز علیل ہیں - نیز اہلیہ حامد حسین خانصاحب میرٹھی انکی صحت عاجلہ کے لئے دعا ہو - برادر الیاس طالب مدرس بلو بیور بھی روحانی جسمانی صحت کے لئے دعا کے خواستگار رہیں -

کشمیر

مولنا سید محمد سرور شاہ صاحب علاقہ کشمیر میں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۶۔اکتوبر ۱۹۱۷ء

افاضات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی

ضرورت الہام

۲۷ ستمبر بعد نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ضرورت الہام پر حسب ذیل تقریر فرمائی (غلام نبی رجانوی از شملہ ۲۸ستمبر

الہام دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس میں شریعت کے متعلق احکام ہوں۔ اور جس سے شریعت کی تائید اور صداقت ظاہر ہو۔ دوسرا وہ کہ جس سے انسان کے ذاتی معاملات اور حالات کے متعلق اطلاع ہو۔ یعنی خدا تعالیٰ اسے قبل مشکلات اور مصائب پر کامیاب اور بامراد ہونے کی اطلاع دیکر تسلی دے۔ یا کسی آئندہ آنے والی مصیبت سے قبل از وقت آگاہ کر دے۔ یا کسی آنے والی خوشی کی خبر دے۔ یہ ایسے الہامات ہوتے ہیں جن کا اس انسان کی ذات سے تعلق ہوتا ہے یا قومی حالات اور معاملات سے۔ لیکن چونکہ انسان کو شریعت کی ضرورت اور سخت ضرورت ہے اس لئے الہام کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے شریعت کے احکام نازل کئے ہیں۔

اب میں بتاتا ہوں کہ دنیا کو الہام کی کیا ضرورت ہے۔

پہلی ضرورت | کسی شریعت اور مذہبی قانون پر چلنے کے لئے سب سے ضروری اور اہم بات انسان کے لئے یہ ہے کہ اسے معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ ہے۔ اور جو باتیں مذہبی طور پر پیش کی جاتی ہیں وہ صحیح اور درست ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے سے فائدہ اور نفع ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق اگر عقلی دلائل کو دیکھا جائے تو انسان اس حد تک پہنچ سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہیئے یا ان باتوں کا اچھا نتیجہ نکلنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ لیکن اکثر اوقات ایسا ہو چکا ہے کہ عقل نے دلائل کے ذریعہ ایک بات کے متعلق فیصلہ کیا ہے کہ ایسا ہونا چاہیئے لیکن ویسا نہ ہوا۔ بلکہ اس کے برعکس ہوا۔ کولمبس نے جب امریکہ دریافت کیا۔ اور کہا کہ زمین کی دوسری طرف بھی آبادی ہے۔ تو اس پر بڑی ہنسی اڑائی گئی کہ کیا وہاں کی مخلوق سر نیچے اور ٹانگیں اوپر کر کے چلتی ہے۔ ایسا کیوں کہا گیا؟ اسی لئے کہ اس وقت کے لوگوں نے اپنی عقل پر دنیا کی آبادی کے متعلق ایک ایسا فیصلہ کیا ہوا تھا جس کے خلاف کولمبس نے کہا تو انہوں نے اسے مخبول سمجھ کر ہنسی اڑائی۔ حالانکہ جو کچھ اس نے کہا تھا وہی صحیح اور درست تھا۔ تو کوئی بات صرف عقلی دلائل سے ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے یقینی طور پر جاننے کے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہے کیونکہ عقلی دلائل صرف یہاں تک ہی پہنچا سکتی ہیں کہ یوں ہونا چاہیئے۔ ان سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ یوں ہے بھی اس کے لئے الہام کی ضرورت ہے۔ اور اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ فلاں بات یوں ہے۔ پس ایک انسان کو جب الہام ہو کہ خدا ہے۔ تب ہی وہ پورے یقین کے ساتھ کہہ سکیگا کہ ہے۔ ورنہ عقلی دلائل سے لے کر پورا ایمان نہیں ہو سکتا۔ حشر نشر وغیرہ کے متعلق عقل صرف چاہئے کا فیصلہ دے سکتی ہے۔ مگر الہام ان کے ہونے پر یقین دلا دیتا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جب الہام کے ذریعہ بتا دے کہ ایسا ہے تو پھر کیا شک و شبہ رہ جا سکتا ہے۔ تو الہام مشاہدہ ہوتا ہے جو انسان کو چاہئے سے ہے کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے اس کی بڑی بھاری ضرورت ہے۔

دوسری ضرورت | الہام کی دوسری ضرورت یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو کسی انسان پر حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ایک بات کو نہایت سنجیدگی اور متانت سے پیش کرتے ہیں۔ شرارت یا دھوکہ دہی نہیں کرتے۔ مگر دراصل وہ بات ہوتی غلط اور جھوٹی ہے۔ اور ایسے لوگ قیامت کو کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک ہماری عقل و سمجھ میں آیا وہاں تک ہم نے غور و فکر کیا۔ اور سوچ لیا۔ اس سے جو پتہ لگا اس پر ہم نے عمل کیا ہے۔ چونکہ عقل سے بڑھ کر کسی بات کی صداقت یا کذب کا فیصلہ کرنے کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس لئے اگر ہم نے کسی بات کو نہیں مانا۔ یا کوئی ناروا فعل کیا ہے تو اس کے لئے معذور ہیں۔ یہ کہنے پر وہ بری ہو سکتے ہیں اور ان سے کوئی مواخذہ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جب الہام کے ذریعہ سچ اور جھوٹ صحیح اور غلط میں فرق ہو جائے۔ اور الہام درست بات پیش کر دے تو پھر کسی کا یہ عذر قبول نہیں ہو سکتا کہ ہماری عقل اتنی ہی تھی۔ جتنا ہم نے سمجھا۔ تو یہ دوسری ضرورت ہے الہام کی۔

تیسری ضرورت | الہام کی تیسری ضرورت یہ ہے کہ انسان کی فطرت میں ایک بات رکھی گئی ہے اور فطرت کے اس تقاضا کا پورا ہونا ضروری ہے۔ وہ تقاضا یہ ہے کہ جس سے انسان کو محبت ہو۔ اس سے تعلق بھی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور تعلق قائم کئے بغیر اس کی تسلی نہیں ہو سکتی ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کے دل میں ایک جوش اور ولولہ رکھا گیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے لیکن اس جوش اور ولولہ کا جواب جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ ملے اس کی تسلی نہیں ہو سکتی۔ پس انسان کی تسلی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو اور اس سے کلام کرے۔ پھر یہ تو خیال ہی نہیں کیا جا سکتا کہ خدا تعالیٰ جو سب سے زیادہ انسان کے ساتھ محبت کرنے والا ہو اس کے لئے ایک انسان اپنا آرام اپنی آسائش۔ اپنا چین اپنا سکھ۔ اپنا مال۔ اپنی اولاد حتی کہ جان تک خرچ کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہو۔ مگر وہ اس کی طرف توجہ ہی نہ کرے اور اس پر اپنا آپ ظاہر بھی نہ کرے۔ یہ تو ایک ایسی سنگدلی اور بیرحمی ہوگی جس کا خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا سخت نادانی ہے۔ پھر انسان پر یہ بہت بڑا ظلم ہوگا کہ وہ تو خدا کے لئے بیتاب اور مضطرب ہو رہا ہے اور کسی وقت اسے چین نہیں آتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کو اس پر رحم نہیں آتا کہ اس کو تسلی کا ایک کلمہ ہی کہہ دے۔ میں نے ایک انگریزی کتاب میں پڑھا ہے جس کے لکھنے والا دہریہ ہے۔ وہ ان دلائل کے خلاف لکھتا ہوا جو ہستی باری تعالیٰ کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں آخر یہ لکھتا ہے کہ اگر کوئی خدا ہے تو اس کی محبت انسانوں کے ساتھ ماں باپ سے بہت زیادہ ہونی چاہیئے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ایک بچہ تو جب چلاتا اور ماں باپ کو بلاتا ہے تو وہ دوڑے دوڑے آتے ہیں۔ لیکن خدا کی تلاش

اور جستجو میں بیشمار انسان حیران و سرگرداں ہو رہے ہیں۔ اس سے تعلق پیدا کرنے کے لئے بڑی سعی اور کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ کسی سے تعلق نہیں پیدا کرتا پھر وہ خود ہی سوال اٹھاتا ہے کہ مانا ہم اس قابل نہیں کہ خدا ہم سے تعلق پیدا کرے۔ لیکن کیا تمام دنیا میں کوئی ایک انسان بھی ایسا نہیں ہے جس سے خدا تعلق ظاہر کرے کوئی نہ کوئی تو ضرور ہونا چاہئے۔ تو یہ خیال ایک دہریہ کے دل میں بھی پیدا ہوا ہے۔ کہ اگر خدا ہے تو اس کے ساتھ انسانوں کا تعلق ہونا چاہئے۔ اور وہ تعلق الہام ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔

چوتھی ضرورت | الہام کی چوتھی ضرورت یہ ہے کہ کسی چیز کے خطرات اور مضرات سے انسان اس کی کامل معرفت کے بغیر اس کو حقیقی مجتنب نہیں بنا سکتا۔ دیکھئے جب کسی انسان کو پورے طور پر یقین ہو کہ فلاں بن میں شیر ہے تو وہ کبھی وہاں جانے کی جرأت نہیں کریگا۔ یا اگر چور کو معلوم ہو کہ پولیس مین میرے سامنے کھڑا ہے تو وہ کبھی چوری نہیں کریگا۔ اسی طرح ایک انسان جس کو کسی چیز کے فوائد اور منافع معلوم ہوں وہ اس کو مشکلات اور تکالیف برداشت کر کے بھی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً آج کل چونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے سے ملازمت مل جاتی ہے۔ یا کوئی اور ذریعہ معاش اختیار کیا جا سکتا ہے اس لئے اس کے حصول کے لئے کئی لوگ مذہب تک ترک کر دیتے ہیں۔ چونکہ وہ مذہب اسلام کی خوبیوں سے ناواقف اور انجان ہوتے ہیں اور اس کے فوائد کو وہ نہیں جانتے۔ اس لئے انگریزی پڑھنے کے مقابلہ میں جس کے فوائد انسان کے ذہن میں ہوتے ہیں ترک کر دیتے ہیں۔ تو کسی چیز کے حاصل کرنے کے لئے اس کی کامل معرفت کی ضرورت ہے۔ اور کسی چیز کو ترک کرنے کیلئے اس کو کامل نفرت کی حاجت۔ لیکن یہ کام محض عقل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عقل وہ تمام ہیبت ناک اور خطرناک نتائج انسان کے سامنے پیش نہیں کر سکتی جو خدا تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے خلاف کام کرنے کا نتیجہ ہو سکتے ہیں اسی طرح محض عقل ان عظیم الشان انعامات کو بھی انسان کے سامنے نہیں لا سکتی۔ جو خدا تعالیٰ کی رضا کے پورا کرنے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی وجہ سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑے فلسفی اور مصنف جو ایک فعل کے اچھے یا برے ہونے پر بڑی بڑی کتابیں لکھ دیتے ہیں۔ اور عقلی دلائل دینے میں کوئی کمی نہیں رکھتے وہ خود اس اچھی بات کو اختیار نہیں کرتے یا بری بات سے نہیں بچتے۔ کیونکہ ان کے پاس چند سطحی دلائل ہوتے ہیں مگر واقعات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ دنیا میں جس کسی شخص کو خدا تعالیٰ کی ایسی معرفت حاصل ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ اور یہ بات اس حد تک پہنچ جائے کہ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے اور پورے طور پر **خدا تعالیٰ کی ہستی** کا الہام کے ذریعہ یقین حاصل ہو جائے تو پھر ممکن نہیں کہ ایسا شخص کسی بدی کا مرتکب ہو سکے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس کی نظروں کے سامنے رہیگا۔ دیکھئے جب پولیس مین کے سامنے ہوتے ہوئے ایک چور چوری نہیں کر سکتا۔ اور کوئی شخص شیر کا علم ہونے سے بن میں نہیں جا سکتا تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ایسا انسان جسے سامنے خدا تعالیٰ نظر آ رہا ہو اور جو اس کی طاقت اور قدرت سے واقف ہو وہ کوئی بدی کر سکے اسی طرح نیکیوں میں ایسا انسان بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے اور جس طرح افسر کی موجودگی میں ماتحت ملازم بڑے جوش و تن دہی سے کام کرتا ہے اور کسی قسم کی سستی نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ شخص جس کا خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے اور الہام کے ذریعہ اس کا علم یقینی درجہ تک پہنچ جائے وہ بھی تقویٰ و طہارت کے حصول میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جبکہ وہ دوسروں کی نظر سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

پانچویں ضرورت | الہام کی پانچویں ضرورت یہ ہے کہ دنیا کو بتایا جائے کہ زندہ خدا موجود ہے۔ نہ کہ رسمی اور سنا سنایا خدا ہے۔ اس غرض کے لئے جو الہام ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ایسے ثبوت رکھتے ہیں کہ جن سے دنیا پر ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعہ میں خدا موجود ہے۔ ایسے الہام ان واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں جو ظاہر ہو کر لوگوں کو یہ ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں کہ واقعہ میں کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو غیب کے حالات جانتی اور اپنے بندہ کو قبل از وقت اس سے آگاہ کر دیتی ہے۔

چھٹی ضرورت | دنیاوی معاملات کے متعلق اگر کسی وقت بعض باتیں معلوم نہ ہوں تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اس زمانہ میں جو آرام و آسائش کی چیزیں نکل آئی ہیں۔ اب اگرچہ ان سے ہمیں فائدہ پہنچ رہا ہے۔ لیکن اس وقت جبکہ یہ ایجاد نہ ہوئی تھیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ اور اگر گذشتہ زمانہ میں بعض ایسی بیماریوں کا علاج معلوم نہ تھا۔ جن کا اب معلوم ہو گیا ہے تو اس کا اثر بھی نہایت محدود زمانہ پر اس کا اثر پڑتا تھا اس لئے اگر ان کو الہام کے ذریعہ نہیں بتایا گیا تو کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ لیکن چونکہ روحانی باتوں کا اثر بہت وسیع اور ہمہ گیر ہوتا ہے کیا بلحاظ اس کے کہ مذہب کا سب انسانوں سے تعلق ہے۔ اور کیا بلحاظ اس کے کہ ہر زمانہ اور ہر وقت سے اس کا تعلق ہوتا ہے اس لئے اس کو اگر محض عقل پر چھوڑ دیا جاتا اور الہام کے ذریعہ اس کو نہ بتایا جاتا تو اول تو کئی سال اسی بات کے حل کرنے میں صرف ہو جاتے کہ کوئی خدا ہے بھی یا نہیں۔ اور اس عرصہ میں بیشمار مخلوق بے دینی اور گمراہی کی حالت میں مر جاتی پھر جزا و سزا کے مسئلہ کو حل کرنے میں نہ معلوم کس قدر مدت صرف ہوتی اور پھر کیا فیصلہ ہوتا۔ فیصلہ کیا ہونا تھا عقلی طور پر ثابت کرنے والوں پر تو ابھی تک ثابت نہیں ہو سکا۔ البتہ بعض فلاسفروں نے کسی حد تک اقرار کرنا شروع کیا ہے تو اتنے عرصہ میں جبکہ یہ باتیں عقلی طور پر حل کی جاتیں دنیا کی اخلاقی حالت نہایت خراب اور ردی رہتی۔ کیونکہ بہت سی انسانی اصلاحیں جزا و سزا کے مسئلہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ نہ صرف عقل سے دریافت ہو سکتا اور نہ اخلاق کی اصلاح ہوتی تو ساری مخلوق خدا تعالیٰ سے دور رہتی اور اسی حالت میں تباہ ہو جاتی۔ اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دنیاوی معاملات کے متعلق جب خدا نے الہام نہیں کیا تو روحانی باتوں کے متعلق کیا ضرورت تھی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب | الہام کے متعلق ایک یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ الہام کی وجہ سے عقل کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور انسان عقل سے کام لینا چھوڑ دیتا ہے۔ مگر یہ خیال درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح درست نہیں ہے جس طرح یہ کہنا کہ خدا نے کیا اس پیدا

کرکے پانی میں ترقی کرنے سے روک دیا ہے۔ یا اور چیزیں پیدا کرکے صنعت کو نقصان پہنچا دیا ہے۔ انسان خود کپاس ایجاد کرتا اور اس طرح اس کی عقل میں ترقی ہوتی۔ پھر دوسری سب چیزیں بھی انسان خود پیدا کرتا۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو پھر کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ صنعت ہوتی نہ حرفت ہوتی۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان چیزوں کو خود پیدا کیا ہے۔ اور اس سے عقل کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوئی بلکہ پوری نشوونما حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہب کے بھی جو اصول ہیں اخلاق کے متعلق۔ خدا سے تعلق کے متعلق یا لوگوں سے معاملات کے متعلق ان کو خدا تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے۔ اور مجملاً بتا دیا ہے کہ ان کا قلب پر کیا کیا اثر ہوتا ہے لیکن پھر ان کی تفصیل کیا ہے۔ یا کس کس رنگ میں استعمال کرنے سے کیا کیا نتائج نکل آتے ہیں۔ اور کس طرح زیادہ فائدہ اور نفع حاصل کیا جاتا ہے یہ ریسرچ کے لئے میدان کھلا رکھا ہے۔ پس یہ غلط ہے کہ الہام کی وجہ سے ریسرچ کا میدان نہیں رہا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ الہامی کتابوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے اس کو بہت زیادہ وسیع کر دیا ہے۔ پس جس طرح خدا نے روئی پیدا کرکے صنعت کو ترقی دی ہے۔ اور اگر اسے پیدا نہ کرتا تو لوہے کی صنعت میں ہرگز کوئی ترقی نہیں ہو سکتی اس طرح شریعت میں خدا نے اصل مقرر کرکے عقلوں کو اور تیز ہونے کا موقع دیا ہے تاکہ باریک در باریک اسرار معلوم کرنے میں لگے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو الہام آتے ہیں وہ ایسی عبارت میں بیان کئے جاتے ہیں کہ ان کے پڑھنے سے انسان کی توجہ خود بخود ہی وسیع در وسیع معانی اور مطالب کی طرف چلی جاتی ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے اندر جو حکمتیں اور روحانی ترقی کے ذرائع بیان کئے گئے ہیں جن کے متعلق اس وقت تک ہزاروں کتابیں لکھی گئی ہیں مگر وہ ختم ہونے میں نہیں آتے دن بدن نئے نئے نکلتے رہتے ہیں۔ پھر ہمارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم کی آیات کے سات بطن ہیں۔ پھر آپ کے صحابہؓ بیان فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک فقیہہ نہیں ہو سکتا کہ جب تک ایک بطن کے کچھ معنی نہ جانتا ہو۔ تو قرآن کریم ایسی عبارت میں نازل ہوا ہے کہ باوجود مختصر ہونے کے نہایت وسیع مطالب پر حاوی ہے۔ اور جتنا انسان اس پر غور کرے نئے ہی نئے معارف نکلتے آتے ہیں۔ پھر خود قرآن کریم کہتا ہے کہ لَا تَسْئَلُوا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم نے بعض امور کی تفصیلات کو الفاظ کے اندر مخفی رکھا ہے۔ ان کے متعلق یہ نہ دریافت کرو کہ کھول کھول کر بیان کیا جائے بلکہ خود غور کرو تو الہام کے ذریعہ عقل کو بہت ترقی ہوئی اور ہوتی ہے۔ اور اس کے بغیر عقل ایک ناکمل اور ادھوری چیز ہے؟

نظم

مبارکباد بعجت شملہ و کوہ شملہ

از جناب منشی قاسم علی خانصاحب قادیانی رامپوری

ہو مبارک اے مکاں تجھ میں جو آئے محمود
مہرباں تجھ پہ ہوا آج خدائے محمود

سرفرازی یہ ازل سے تھی مقدر میں ترے
کہ فضا ہو تری اک روز فضائے محمود

پیشگوئی تھی ترا نام جو تھا۔ چوشیکا
جو بنا طائر خوش نغمہ سرائے محمود

ہوگیا آج ترے نام کا اب شملہ
تیرے سر میں تھی جو پوشیدہ ہمائے محمود

اے شجر اے حجر کوہ مبارک ہو تمہیں
کوبجی تم میں جو یہ جاں بخش صدائے محمود

سنگدل لوگوں سے بہتر ہیں یہاں کے پتھر
فرش راہ آنکھیں بنائیں تہ پائے محمود

ہر گل و برگ و شجر وجد میں ہیں فرحت سے
بلبلیں رقص میں ہیں محو ثنائے محمود

ڈالیاں جھومتی ہیں نخل میں تسبیح کناں
باغ سبحان سے بھی آتی ہے ندائے محمود

آبشاراں جبیں چشم بجاہ آسیہ
پیک زہے تھے بہ تمنائے لقائے محمود

نظر عنبر کے بشا صبح و مسا و روز بان
رخ پُر نور کبھی ہمکو دکھائے محمود

چہرہ ہر اہل جماعت کا گل خنداں ہے
مثل انجم ہیں درخشاں رفقائے محمود

شمع پُر صورت پروانہ ہے ہر اہل صفا
جس کو دیکھو دل و جاں سے ہے فدائے محمود

کیوں نہ سو جان سے قربان ہو ہر عاشق حق
دیکھ کر خلق و کرم مہر و وفائے محمود

کیوں نہ یہ حسن محمد کی ہو زندہ تصویر
شان احمد کا نمونہ ہے ادائے محمود

کیسے خوش وقت و مبارک ہیں الٰہی وہ لوگ
آنکھ کی روشنی جن کی ہے ضیائے محمود

اے صبا جائے جو تو اب پئے جاروب کشی
جب نظر آئے تجھے پر وہ سرائے محمود

باادب پڑھنا درود اس شہ دو عالم پر
آج خالق نے کیا جن کی بجائے محمود

پھر ذرا آگے کو بڑھنا بعجز و نیاز
دیکھ لے جب نگہ لطف و رضائے محمود

عرض کرنا مری جانب سے بصد شوق سلام
اپنی آنکھوں سے لگانا کف پائے محمود

پھر اگر لطف سے کچھ پوچھیں وہ مہجور کا حال
دست کہہ دینا فقط بعد ثنائے محمود

وہ جو ہے بندۂ ناچیز و خطا کار و مریض
اب تو وہ جس کی ہے دنیا میں بقائے محمود

آرزو ہے۔ یہ تمنا ہے یہی اس کا علاج
اپنے قدموں میں اسے جلد بلائے محمود

اسپ پر حکم ملے تجھکو وہ جلدی لانا
زندگی بخش دو بیش بہائے محمود

کوئی پوچھے جو پتا میرا بتانا یہ اسے
قادیانی ہے نشاں نام گدائے محمود

قادیانی کی دعا ہے یہی تجھ سے یارب
کوئی نظروں میں سمائے نہ سوائے محمود

خطبہ عید اضحیٰ

حضرت مسیح موعود کے زمانہ کی عید اضحیٰ سے مشابہت

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی۔ ایدہ اللہ
فرمودہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء بمقام شملہ

(الفضل کے خاص قائم مقام نے قلمبند کیا)

انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔

اس عید کو جس کا ہمارے ملک میں لوگوں نے بقرعید نام رکھا ہوا ہے (معلوم ہوتا ہے یہاں ابتدائے اسلام میں اس عید کے دن گائیں بہت ذبح ہوتی ہونگی) ہندو والے بکرا عید کہتے ہیں کچھ مدت ہوئی ایک ہندو اخبار نے لکھا تھا کہ مسلمان اس عید پر خواہ مخواہ ہندوؤں کو تنگ کرنے کے لئے گائے ذبح کرتے اور فساد پھیلاتے ہیں۔ اس کا تو نام ہی جو بکرا عید ہے۔ بتا رہا ہے کہ بکرے ذبح کرنے چاہئیں۔ یہ تو اس کی عربی دانی کی حقیقت تھی۔ عربی میں اس کو عید اضحیٰ کہتے ہیں۔ عوام میں عید الضحیٰ یعنی دوپہر کی عید مشہور ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اعجل الضحیٰ واخر الفطر۔ یعنی عید اضحیٰ کو جلدی پڑھو اور عید الفطر کو دیر سے پڑھو۔

جماعت احمدیہ اور عید اضحیٰ

یہ عید ہمارے سلسلہ سے خاص تعلق اور مناسبت رکھتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس عید کو ہمارے سلسلہ میں ایک خاص خصوصیت دی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کبھی کسی جمعہ یا عید کا خطبہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ مگر ایک مرتبہ اسی عید کے موقعہ پر الہام کے ذریعہ آپ کو حکم ہوا کہ خطبہ پڑھیں۔ چنانچہ آپ نے پڑھا اور اب وہ خطبہ الہامیہ کے نام سے چھپ کر موجود ہے۔ تو یہ عید ہمارے سلسلہ سے ایک خاص مناسبت اور تعلق رکھتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مناسبت بیان فرمائی ہے۔ جو اس طرح ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کو عید اضحیٰ سے مشابہت بتائی ہے اور وہ مشابہت اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر میں بیان کی ہے۔ جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ فرماتا ہے:- انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھو الابتر۔

کوثر کے معنی

کوثر کے اصل معنی عربی میں خیر کثیر کے ہیں۔ اور کوثر کثرت سے نکلا ہے۔ یعنی بہت خیر۔ چنانچہ ان محقق صحابہ نے جو اس بات کو سمجھتے تھے کہ کسی خاص معنوں کے ساتھ کسی آیت کے معنوں کو محدود نہیں کرنا چاہئے انہوں نے اس کے یہی معنی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر کثیر دیا ہے۔

مگر حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوثر ایک نہر ہے جو جنت میں ہے اور مجھے دی گئی ہے۔ اور یہ کوئی ضعیف و کمزور حدیثیں نہیں ہیں۔ بلکہ صحیحین میں ہیں اور قابل قبول ہیں لیکن ان میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق سعید ابن جبیر نے اس طرح فیصلہ کر دیا ہے کہ جب اس نے کوثر کے معنی خیر کثیر لوگوں کے سامنے پیش کئے اور انہوں نے کہا کہ کیا حوض کوثر خیر نہیں ہے۔ بلکہ وہ شر ہے۔ اس پر سب خاموش ہوگئے۔ تو بیشک رسول کریم نے جو کوثر کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے اس کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ اس کے پانی کی بہت اعلیٰ درجے کی لذت ہے۔ یہ صحیح لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوثر سے مراد یہی نہر ہے اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ عبد اللہ ابن عباس جن کے تفقہ فی الدین کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔ چنانچہ آپ کو ایسا علم قرآن عطا بھی ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں سب سے آگے بٹھاتے تھے۔ اس پر بعض صحابہ کو اعتراض پیدا ہوا کہ عباس کے بیٹے کو تو آگے بٹھایا جاتا ہے۔ ہمارے بیٹوں کو کیوں نہیں بٹھایا جاتا۔ حضرت عمر رضی نے کہا کسی وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ عباس کے بیٹے کو کیوں آگے بٹھایا جاتا ہے۔ اور اوروں کے بیٹوں کو کیوں نہیں بٹھایا جاتا۔ ایک دن جبکہ بہت لوگ جمع تھے تو حضرت عمرؓ نے انہیں کہا کہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کا مطلب بتاؤ سب نے بتایا کہ اس میں اسلام کی ترقی اور فتوحات کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ حضرت عمر نے کہا کہ یہ تو الفاظ سے ہی ظاہر ہے کچھ اور بتاؤ۔ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔ اس پر آپ نے ابن عباس سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سن کر سب نے مان لیا کہ واقعی ابن عباس اس قابل ہے کہ اسے آگے بٹھایا جائے۔ تو انہوں نے کوثر کے یہی معنی کئے ہیں۔ پھر حسن بصری ہے جو بہت اعلیٰ درجہ کے بزرگ اور پارسا گذرے ہیں۔ انہوں نے بھی خیر کثیر ہی معنی کئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس لفظ کوثر کے معنوں میں وہ نہر بھی شامل ہے جس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ لیکن اور بھی جس قدر خیر کی چیزیں ہیں وہ سب اس کے معنوں میں داخل ہیں۔ پھر بہت سے تابعین جو قرآن کریم کے مفسر گذرے ہیں انہوں نے یہی معنی کئے ہیں۔۔۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ ملا بے نظیر ملا

اس سورت میں لفظ کوثر رکھ کر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا ہے کہ ہم نے تجھے خیر کثیر دیا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو چیز بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اس کا نمونہ کسی اور جگہ نہیں پایا جاتا۔ دیکھو کتاب ملی تو وہ کہ جس کا نمونہ تمام دنیا پر نہیں مل سکتا۔ اس کا مقابلہ وہ کتابیں بھی نہیں کر سکتیں جو الہامی کہلاتی ہیں۔ پھر انسانوں کی بنائی ہوئی کتابوں نے کیا کرنا ہے۔ جس طرح سورج کے چڑھنے سے تمام دیئے گل ہو جاتے ہیں اسی طرح قرآن کریم کے نازل ہونے پر باقی تمام کتابیں بے نور ہو گئیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو روحانی درجہ حاصل ہوا وہ بھی خیر کثیر کا نمونہ تھا۔ پھر آپ کو جو اخلاق عطا کئے گئے وہ بھی ایسے تھے کہ جن کا نمونہ

ملنا محال ہے۔

آنحضرت صلعم کے صحابہ کی وفاداری اور اطاعت شعاری

پھر صحابہ دیے وہ بھی ایسے کہ جن کا نمونہ تمام عالم سے ناپید ہے۔ کوئی قوم ان کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکی۔ انہوں نے اطاعت کی تو ایسی کی کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کی جماعت نے ان جیسی اطاعت کی ہو۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ کسی کو حکم دیا بیٹھ جاؤ۔ ایک صحابی نے آپ کی یہ آواز گلی میں سُنی اور وہیں بیٹھ گئے۔ اور بیٹھے بیٹھے ہی مسجد تک گئے کسی نے کہا آنحضرت نے یہاں تو حکم نہیں دیا کہ تم گلی میں ہی بیٹھ گئے ہو۔ انہوں نے کہا کیا معلوم ہے مسجد تک جاتے ہوئے جان نکل جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بجا لانے کا موقعہ نہ ملے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے معاہدہ کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی مدینہ پر حملہ کرے تو تم ہماری مدد کرنا ہمارے ساتھ ہو کر لڑنا لیکن اگر ہمیں باہر جا کر حملہ کرنا پڑے تو تم نہ جانا۔ اس معاہدہ کے بعد کفار کی شرارتوں کی وجہ سے ضروری ہوا کہ آگے بڑھ کر ان پر حملہ کیا جائے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا اور کہا کہ ہم باہر دشمن پر حملہ کرنے چلے ہیں۔ آپ لوگوں کی مرضی ہے تو چلو۔ ورنہ تم نہ جانے کی وجہ سے قطعاً نہ خدا کے نہ اس کے رسول کے گناہ گار ہو گے۔

اس وقت انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ موسیٰ کی امت کی طرح نہیں ہیں کہ آپ کو کہدیں اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون کہ جا تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو۔ ہم تو یہ بیٹھے ہیں۔ ہم نے آپ کو خدا کا سچا رسول سمجھ کر قبول کیا ہے۔ پھر وہ معاہدہ کیسا ہوا کہ آپ لڑنے جائیں اور ہم گھر بیٹھے رہیں۔ ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اور اگر آپ سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو اسی میں گھوڑے ڈال دیں گے۔ اور آپ تک کوئی دشمن اس وقت تک نہیں پہنچ سکیگا جب تک ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ جائیگا۔

.... ایک ایسے صحابی جو سولہ غزوات میں شریک ہوئے وہ ایک مجلس میں اس صحابی کی یہ کلام بیان کر کے کہتے ہیں کہ کاش میں سولہ غزوات میں شامل نہ ہوا ہوتا۔ مگر یہ بات میرے منہ سے نکلی ہوتی۔

پھر غزوہ حنین میں جب بنو ثقیف اور ہوازن سے مقابلہ ہوا اور بعض نومسلموں یا کفار کے تکبر کی وجہ سے کہ وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل تھے مسلمانوں کو بھاگنا پڑا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میرے ساتھ بارہ ہزار مسلمان شامل ہو جائیں تو میں ساری دنیا کو فتح کر لوں اور اس دن مسلمانوں کی فوج کی تعداد بارہ ہزار تھی جن میں کفار اور نئے مسلمان شدہ بھی شامل تھے اس لئے ان میں سے بعض نے کہا کہ آج دیکھیں گے کہ کون ہمارے مقابلہ پر ٹھہر سکتا ہے۔ مدینہ والوں کو چونکہ وہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی نسبت اپنے آپ کو زیادہ بہادر اور جنگجو سمجھتے تھے اس سے ان میں تکبر پیدا ہو گیا مگر جب وہ آگے بڑھے تو دشمنوں نے اس ترکیب سے پے در پے تیر برسائے کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے پر مجبور ہوئے ان کے گھوڑے بدک کر پیچھے کو بھاگے اور سارے لشکر میں بھاگڑ مچ گئی۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھنے لگے۔ تو صحابہ نے روکا۔ مگر آپ نہ رکے۔ آپ کے ایک چچا زاد بھائی نے آپ کے گھوڑے کو آگے کیا اس وقت آپ نے عباسؓ کو حکم دیا کہ بلند آواز سے کہو کہ اے انصار اللہ کا رسول تمہیں وعدہ یاد دلاتا ہے۔ اس کو پورا کرو۔ ایک صحابی کہتے ہیں کہ اس وقت معلوم نہیں گھوڑوں کو کیا ہو گیا تھا۔ ان کی ایسی حالت تھی کہ ہم ان کے لگام کھینچتے اور اس قدر کھینچتے کہ ان کا سر دُم تک پیچھے آ جاتا۔ مگر وہ واپس نہ لوٹتے۔ اور لگام کھینچ کھینچ کر ہمارے ہاتھوں سے لہو نکل آیا۔ مگر جب ہم نے عباسؓ کی آواز سُنی تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا صور پھونکا گیا ہے اس وقت ہم نے گھوڑوں کو واپس موڑنے کے لئے بڑی کوشش کی۔ اور جو نہ مڑتے ان کی تلوار سے گردن کاٹ کر ہم پیدل واپس لوٹ آئے۔

تو ایسے وفادار اور جان نثار آپ کے صحابہ تھے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انی مفاخر بکم الامم

میں اپنی امت کی کثرت پر قیامت کے دن فخر کرونگا۔ تو ہر وہ چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی کثیر ہی دیگئی اور ہر رنگ میں خدا تعالیٰ نے آپ کو کوثر دی۔ لیکن اس کوثر کے ماتحت دو معنی خاص طور پر ہیں۔ ایک تو وہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں کہ مجھے ایک نہر دی گئی ہے جس کا نام کوثر ہے۔ دوسرے وہ جو لغت میں آئے ہیں۔ لغت میں کوثر کے معنی ہیں الرجل الکثیر العطاء ایسا آدمی جو بڑا سخی ہو اور جس کو ہر طرح کی خیر ملی ہو۔ تو اس کے وسیع معنی تو یہ ہوئے کہ ہم نے تجھے خیر کثیر دی ہے۔ اور اس کے ماتحت جنت والی نہر بھی آ جاتی ہے۔ اور یہ بھی کہ آپ کو ایک ایسا بیٹا اور انسان دیا گیا جو بڑا سخی ہے۔

سورۂ کوثر کا شان نزول

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہا۔ اور اُن کے اس اعتراض پر یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اب اگر اس سورۃ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بیٹے کی بشارت نہیں دی گئی تو پھر اس کے معنی ہی نعوذ باللہ لغو ہو جاتے ہیں۔ اور اُلٹا اعتراض ہوتا ہے کہ کہا تو گیا ہے کہ آپ کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ مگر جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس کو ایک نہر دی گئی ہے۔ گو کسی رنگ میں یہ بھی جواب ہو مگر بظاہر یہ خیال آتا ہے کہ صرف نہر کا مل جانا دشمنوں کے سوال کو رد نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوثر کے معنی خیر کثیر کئے جاویں تو سب باتیں اس میں آ جاتی ہیں۔ اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کچھ دیا ہے۔ اور کسی خیر اور بھلائی کے دینے میں کمی نہیں کی۔ اور اگر اس کے معنی صرف نہر کے کئے جائیں تو یہ ایک بے معنی کلام بن جاتا ہے۔ اور ایسی ہی بات ہو جاتی ہے کہ کسی نے ایک شخص کو کہا کہ تو نے اپنے کھیت کو باڑ کیوں دی ہے تو اس نے کہا تو بھی تو اپنی لڑکی کا نکاح کیا ہی تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے کلام کے متعلق ایسا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ پھر اس سے اس کے معنی صاف ہو جاتے ہیں کہ عربی میں یہ محاورہ ہے کہ بتر الرجل۔ یعنی ایک ایسا شخص جس کی اولاد نرینہ نہ ہو یا نہ رہے۔ اور یہ بھی کہ اس انسان میں کوئی خیر اور بھلائی نہ ہو۔ ان دونوں باتوں کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ ہم نے تجھے کوثر عطا کی ہے۔ اس بات کا ثبوت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپ ابتر ہیں۔ اس سے بھی مل سکتا ہے کہ کعب بن اشرف

جب کہ گیا اور وہاں کے لوگوں نے اسے کہا کہ انت سید المدینة وھذا الرجل سابی المبتر کہ تو مدینہ کا سردار ہے اور یہ شخص (آنحضرت صلعم) جو ابتر ہے وہ اچھا ہے یا ہم۔ تو اس نے کہا کہ تم اچھے ہو۔ تو کفار کے اس اعتراض کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے جو تجھے کہتا ہو کہ تو بلند کوئی چیز نہیں۔ یا تو کوئی نرینہ اولاد نہیں رکھتا۔ ہم نے تو تجھے ہر قسم کی خیر اور بھلائی دی ہے اور اولاد بھی ایسی دی ہے جیسی اور کسی کو نہیں دی۔ عربی میں بتر الرجل اس شخص کو کہتے ہیں جس کا کوئی لڑکا نہ ہو خواہ لڑکیاں کتنی ہی ہوں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکیاں تو تھیں مگر باوجود اس کے طبری میں آیا ہے کہ جب آنحضرت صلعم کے صاحبزادہ ابراہیم کی وفات ہوئی۔ تو کفار نے آپ کو بتر الرجل کہا۔ جس سے ان کی یہی مراد تھی کہ آپ کوئی نرینہ اولاد نہیں رکھتے ہیں اس اعتراض کے جواب میں جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا اعطینٰك الکوثر تو ضرور ہے کہ اس میں اولاد کے متعلق اعتراض کا بھی جواب ہو اور پھر اس میں عطائے خیر کی خبر بھی دیگئی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ ہم نے تجھے ایسی خیر کثیر عطا کی ہے جو اسی دنیا میں ختم ہونے والی نہیں ہے۔ بلکہ جنت میں بھی جاری رہیگی یعنی کرنے سے کفار کا اعتراض رد ہو جاتا ہے۔ اور یہی صورت میں گویا ان کو کہا گیا ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس میں کوئی خیر نہیں تو یہ غلط ہے ہم نے تو اسے اتنی خیر عطا کی ہے کہ جو نہ صرف اس دنیا تک محدود ہے بلکہ آخرت میں بھی جائیگی اور اگر کہو کہ اس کی اولاد نہیں تو ہم اسے ایک ایسا بیٹا دینگے جو بہت نیک اور بڑا سخی ہوگا۔

آنحضرت صلعم کی اولاد

اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔ اگر یہاں ہم عقل و فکر سے کام لیں اور قرآن کریم کو سامنے رکھیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس اولاد کا ذکر کیا گیا ہے وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے کیونکہ جسمانی اولاد کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے۔ کہ محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔

یہ خبر کس زمانہ کے متعلق تھی

اب جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اولاد کی خبر نہیں دی گئی بلکہ روحانی کی دیگئی ہے تو یہ بات باقی رہگئی ہے کہ یہ خبر کس زمانہ اور کس وقت میں پوری ہونی چاہیئے۔ یہ تو صاف بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کفار کا روحانی اولاد کے سلسلہ کے نہ چلنے کے متعلق اعتراض نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس وقت ابوبکرؓ۔ عمرؓ عثمانؓ علیؓ طلحہؓ زبیرؓ اور بہت سے اعلیٰ شان اور درجہ کے صحابہ موجود تھے۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد روحانی سلسلہ کو جاری رکھ سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے جاری رکھا۔ تو یہ اعتراض اسی وقت ہو سکتا تھا۔ جبکہ یہ خطرہ ہو کہ روحانی نسل کا سلسلہ منقطع ہو جائیگا۔ اس لئے ایسے ہی زمانہ کے متعلق یہ خبر ہے کہ جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس وقت مسلمان یہودی اور نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پس جس زمانہ میں مسلمان یہودی اور نصاریٰ ہونگے تو پھر یہ صاف بات ہے کہ اس وقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد نہیں ہو سکتے۔ اسی وقت یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر ان کی روحانی اولاد کا سلسلہ کس طرح چلیگا۔ اس کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ انا اعطینٰك الکوثر۔ ہم تجھے اس وقت ایک ایسا بیٹا دینگے۔ جس سے روحانی نسل چلیگی

مسیح موعود کی آمد

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مسیح آئیگا تو وہ لوگوں کو اس قدر مال دیگا کہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔ یعنی وہ اس قدر سخی ہوگا کہ ساری دنیا پر اس کی سخاوت پھیل جائیگی۔ اس کے متعلق یفیض المال بھی آیا ہے۔ اور یفیض المال یعنی کہ وہ خوب مال لٹائیگا اور لوگوں کو خوب مال ملیگا۔ مگر لوگ نہیں لینگے۔ ہاں اس کی طرف سے دینے میں کوئی کوتاہی نہ ہوگی۔ تو گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کا نام دوسرے لفظوں میں کوثر رکھا ہے۔ کیونکہ کوثر کے معنی بہت بڑے سخی کے بھی ہیں۔ اور مسیح کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ اس قدر سخاوت کریگا کہ لوگ قبول نہیں کریں گے۔ عام طور پر سخی اس کو کہا جاتا ہے جس سے کوئی مانگے اور وہ دے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ خود لوگوں کے پاس جاکر مال دیگا۔ نہ یہ کہ جب اس سے مانگنے آئیں گے تو دیگا۔ یہ بہت بڑھکر سخاوت ہے۔ اور یہ صرف حضرت مسیح کے متعلق ہی فرمایا ہے۔ اور کسی کے متعلق نہیں فرمایا۔ اور ایسے ہی آدمی کو کوثر کہہ سکتے ہیں تو انا اعطینٰك الکوثر میں مسیح موعود کی آمد کی پیشگوئی کی گئی ہے۔

پھر دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ فارسی کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ سلمان منا اھل البیت کہ سلمان میرے اہلبیت سے ہیں۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ جس طرح سلمانؓ فارسی صحابی ہونے کی وجہ سے اہلبیت تھے تو اسی طرح تو اور صحابہ بھی اہلبیت میں سے ہی تھے۔ پھر ان کے متعلق خاص طور پر کیوں کہا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ایک بیٹے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ اور وہ حضرت سلمان فارسی کی نسل سے ہونا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے ان کو اپنا اہلبیت قرار دیکر یہ بتایا ہے کہ وہ میرا ہی بیٹا ہوگا۔ تو اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فارسی النسل کو اپنا بیٹا قرار دیا ہے پس ان سب باتوں کو پیش نظر رکھنے سے کہ

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہکر کہ مسلمان بالشت بالشت یہود و نصاریٰ کی اتباع کریں گے۔ یعنی پورے پورے یہودی اور عیسائی بن جائیں گے بتا دیا ہے کہ ایک وقت ایسا آئیگا جب کہ روحانی سلسلہ منقطع ہونے کے اسباب پیدا ہو جائیں گے۔

(۲) یہ کہ حضرت مسیح کے متعلق یفیض المال فرماکر پیشگوئی کی ہے کہ مجھے ایک ایسا روحانی بیٹا دیا جائیگا جو بڑا سخی ہوگا۔ اور وہ میری روحانی نسل کو منقطع ہونے سے بچائیگا

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار کا ابتر ہونیکا اعتراض کرنا اور اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کا انا اعطینٰك الکوثر فرمانا۔

(۴) کوثر کے معنی لغت میں بہت بڑے سخی کے ہونا۔ ان

سب باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود ہی مراد ہیں۔ لیکن اگر کوثر کے معنی محدود کر دیئے جائیں۔ اور اس سے صرف بہشت کی نہر ہی سمجھی جائے تو یہ ایسی ہی بات ہوگی کہ اعتراض کچھ کیا تھا۔ اور جواب کچھ اور دیا گیا ہے۔ جس کا اعتراض سے بالکل کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عقلمند اسے اس اعتراض کا جواب کہہ سکتا ہے پس اس وجہ سے کوثر کے ایسے معنی کرنا ہیں ضروری کہ جن سے بیٹا مراد ہو۔ مگر باوجود اس کے ہم کوثر کے معنی کو اسی پر محدود نہیں کر سکتے بلکہ یہی کہتے ہیں کہ کوثر سے جس طرح اس نہر کی طرف اشارہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک روحانی بیٹے کی طرف بھی اس میں اشارہ ہے۔

مزید تشریح

پھر دیکھئے اللہ تعالیٰ اس بات کو اور کھولتا ہے۔ فرماتا ہے۔ فصل لربك وانحر۔ پس اپنے رب کی عبادت کر اور قربانی دے۔ یہ عبادت اور قربانی بیٹے ہی کی پیدائش کی خوشی میں بتائی گئی ہے۔ اور نبی ایسے موقعہ پر بھی خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے اور قربانی دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں بے اولاد ہوں مجھے اولاد عطا کی جائے۔ اور یہ دعا روحانی اولاد کے متعلق ہی تھی۔ نہ کہ جسمانی کے لئے چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ مجھے ایسا بیٹا عطا کیا جائے جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو چونکہ انہیں خطرہ تھا کہ میرے بعد روحانی سلسلہ مٹ جائیگا اس لئے روحانی بیٹے کی دعا کی ہے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے آپ کو بیٹا دیا۔ پھر آپ پوچھتے ہیں کہ الٰہی میں اس نعمت کے شکریہ میں کیا کروں اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تین دن روزے رکھو۔ انہوں نے خود روزے رکھے۔ اور دوسروں کو عبادت کرنے کی تلقین کی۔ چنانچہ ان کے متعلق قرآن کریم میں آیا ہے۔ ان سبحوا بکرۃ و عشیا۔ تو اولاد کی خوشخبری پر نبی خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے اور نماز پڑھتے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انا اعطینٰك الکوثر کی خوشخبری سنانے کے بعد فرمایا فصل لربك کہ اس کے شکریہ میں اپنے رب کی عبادت کر۔ وانحر قربانی دو یہ بھی صاف بات ہے کہ بیٹے کی پیدائش پر عقیقہ کیا جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ہم نے تجھے کوثر دی ہے۔ پس اس نعمت کے ملنے پر خوب عبادت کرو۔ اور قربانیاں دو۔ ایک زمانہ آئیگا جبکہ لوگ تمہیں بے اولاد بنانے کی کوشش کریں گے اور ساری دنیا تمہاری روحانی اولاد کے سلسلہ کو منقطع کرنا چاہیگی اور اب بھی تم پر بے اولاد ہونے کا اعتراض کیا جاتا ہے مگر تمہیں ایک ایسا بیٹا دیا جائیگا کہ جو تیرے دشمنوں کو ان کی کوششوں میں ناکام اور نامراد رکھیگا تیرا دشمن تیرے بعد تیرہ سو سال زور مارتا رہیگا اور ایک حد تک اپنی کوشش میں اسے کامیابی بھی نظر آئیگی مگر اس وقت تمہیں ایسا بیٹا دیا جائیگا کہ جس کی وجہ سے تیرے دشمن ابتر ہو جائیں گے۔ اور شیطان اپنے منصوبوں میں ناکام ہو جائیگا۔

چنانچہ یہ ایک پیشگوئی ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں شیطان اپنی پوری قوت اور طاقت سے اپنا آخری حملہ کرے گا مگر ناکام رہیگا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ ایک وقت آئیگا جبکہ ساری دنیا کا مذہب اسلام ہو جائیگا۔

ان سب باتوں سے پتہ لگتا ہے کہ اس سورہ میں حضرت مسیح موعود کی بعثت کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ نیز اسے عید الضحیٰ سے مشابہت دی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں نماز پڑھنے اور قربانی دینے کا حکم ہے۔ اور یہی وہ عید ہے جس کے موقعہ پر نماز پڑھی اور قربانی دیجاتی ہے۔ پس اس طرح اس عید کو حضرت مسیح موعود کے زمانہ کے ساتھ مشابہت دی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ جس طرح اس میں مومن کے لئے ضروری ہے کہ نماز پڑھے اور قربانی دے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں مومنوں کا فرض ہوگا کہ خوب خدا تعالیٰ کی عبادت کریں اور قربانیاں دیں کیوں اس لئے کہ مسیح موعود کے آنے کے وقت ان کو ایک ایسا انعام دیا جائیگا کہ اس کے شکریہ میں وہ اپنے رب کے حضور جس قدر بھی ہو سکے عبادت کریں۔ یہاں پہلے عبادت کرنیکا حکم دیا ہے۔ یعنی انسان پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرے اور پھر قربانی کرے۔ یعنی دوسروں کی اصلاح کی کوشش کرے۔ اس میں اسے جو کچھ خرچ کرنا پڑے کرے۔ اصل قربانی نفس کی ہی ہوتی ہے۔ اور اسی کو کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

انعام ملنے پر خوشی کا اظہار

قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے دو اشارے فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ زمانہ خوشی کا زمانہ ہوگا۔ اور مومنوں کو اس میں خاص طور پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر کوئی ایسا نہ کرے تو گویا وہ خدا تعالیٰ کے اس فضل کو رد کر دیتا ہے۔ اور اس طرح کرنے والے سے خدا تعالیٰ وہ انعام چھین لیتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابي لشديد۔ کہ اگر تم میرے انعامات پر شکر کرو تو میں اسے بہت بڑھا دونگا۔ اور اگر ناشکری کرو تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ تو جو انسان خدا تعالیٰ کے انعام کی قدر نہیں کرتا۔ اس سے چھین لیا جاتا ہے۔ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے اپنا ایک خاص فضل اور انعام قرار دیا ہے۔ اگر اس انعام کے ملنے پر خوشی کا اظہار نہ کیا جائیگا تو اس سے محروم کر دیا جائیگا۔ تو خدا تعالیٰ نے یہاں یہ بتایا ہے کہ تمہارا فرض صرف مسیح موعود کو ماننا ہی نہیں۔ بلکہ اس پر خوشی اور فخر کرنا بھی ضروری ہے۔ اور وہ ایسی خوشی ہونی چاہیے جیسی کہ کسی کو اپنے گھر بیٹا ہونے کے وقت ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ مسیح موعود تمہارے رسول کے ہاں روحانی بیٹا پیدا ہوا ہے۔ پس تمکو ایسی خوشی کرنی چاہئے کہ تمہارے چہروں سے اس کا پتہ لگے۔ تمہاری حرکات و سکنات سے معلوم ہو کہ تم مسیح موعود کو مان کر بہت خوش ہو۔ لیکن اگر کوئی مسیح موعود کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے مگر اس کے اعمال اور افعال اس کے چہرہ مہرہ سے اس کی بات چیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اسے خوشی ہے تو گویا اس نے مسیح موعود کو قبول ہی نہیں کیا اور اسے کچھ حاصل نہیں ہوا کیونکہ جس کو کوئی انعام ملتا ہے۔ اس کی خوشی کی علامات اور آثار ضرور اس میں پائے جاتے ہیں تو فرمایا کہ اگر تم مسیح موعود کو خدا کا انعام سمجھتے ہو۔ تو تمہارے اعمال افعال گفتگو اور بشرہ سے اس انعام کی خوشی کے علامات کا پتہ لگنا چاہئے۔ اور تمہیں مسیح موعود کی بعثت پر طرب خوشیاں کرنا چاہئے اول تو ہر احسان اور انعام پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔

مگر یہ تو ایسا انعام ہے کہ جس کے متعلق خود خدا تعالیٰ خوشی کرنیکا ارشاد فرماتا ہے پھر سوچ لو کہ کس قدر خوشی کرنا چاہیے

پھر دوسرا اشارہ اس آیت میں یہ ہے کہ اس زمانہ میں ضروری ہوگا کہ دعائیں بہت کثرت کے ساتھ کیجائیں اور خوب قربانیاں کی جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ (ان شانئك هو الابتر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد پھیل جائیگی۔ اور آپ کے دشمنوں کی نسل منقطع ہو جائیگی۔ اور وہ ابتر ہو جائیں گے۔ ان کی روحانی اولاد باقی نہ رہیگی۔ کیونکہ سب جگہ مومن ہی مومن پھیل جائیں گے۔"

جماعت احمدیہ کا فرض

ہمیں اس آیت سے یہ فائدہ اور یوم عید سے یہ نتیجہ اخذ کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ عید ہمیں یاد دلاتی ہے کہ فصل لربك وانحر پر عمل کریں پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ خوب دعائیں کرے اور قربانیوں میں لگی رہے۔

ہماری کامیابی

قربانیوں میں سب سے ضروری اپنے نفس کی قربانی ہے۔ اس کے کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اور دوسری بھی ہر قسم کی قربانیوں سے دریغ نہ ہونا چاہیے۔ جب یہ ہوگا تو اس وقت ہماری کامیابی یقینی ہے۔ کیونکہ اسی وقت ہمارا دشمن ابتر ہوگا اور اس کی نسل منقطع ہو جائیگی

یہاں خدا تعالیٰ نے فصل لربك وانحر کے بعد ان شانئك هو الابتر رکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت اور اپنے نفس کی اصلاح کرنے اور قربانیاں دینے کے بعد دشمن ابتر ہوگا

تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کے ناکام ہونے کے ساتھ یہ شرط لگا دی ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس حکم کے ماتحت اپنے نفس کی خاص اصلاح کریں اور قربانیاں دیں اپنے خیالات اپنے اموال اپنی اولاد اپنے رشتہ دار اپنے نفس کی غرضیکہ جو قربانی بھی کرنی پڑے کریں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ قربانی کرنیکا زمانہ ہے۔ پس یہ عید ہمیں اس طرف متوجہ کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ جس طرح اس دن تم بکروں وغیرہ کو ذبح کرتے اور ان کی گردنوں پر چھری رکھتے ہو اسی طرح اپنے مالوں اور جانوں کو قربان کرو۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی نسل بڑھے اور آپ کے دشمن ابتر ہوں۔

جماعت کو نصیحت

میں یہاں کی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں جو لوگ بیٹھے ہیں وہ سُن لیں اور باقیوں کو انشاء اللہ اخبار کے ذریعہ سے یہ باتیں پہنچ جائیں گی بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح موعود کو جو مان لیا ہے۔ اب ہمیں کچھ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرح خدا تعالیٰ خوش نہیں ہوگا۔ خوش اُسی وقت ہوگا جب کہ فصل لربك وانحر پر عمل کیا جائیگا اور اپنے آپکو خدا تعالیٰ کے حضور گرا دیا جائیگا اور ہر ایک قربانی کی جائیگی۔ لیکن اگر یہ نہیں۔ تو پھر کچھ نہیں۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے فرائض سمجھیں اور ایک طرف اپنے اخلاق وعادات اعمال وافعال تقویٰ وطہارت میں ترقی کریں تو دوسری طرف ہر ایک قربانی کریں۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص دوسرے انسان کے احسان کے مقابلہ میں کہدے کہ میں نے بہت قربانی کر دی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے کسی فضل اور انعام کے مقابلہ میں کوئی بڑی سے بڑی قربانی ایسی نہیں جو پیش کی جاسکے۔ اس کیلئے تو اگر خدا کے لئے جان و مال بیوی بچے۔ عزیز و رشتہ دار بھی قتل کرا دینے پڑیں تو پھر بھی کچھ نہیں۔ ایک شاعر تھا تو بے دین مگر اس کا ایک شعر مجھے بہت پسند ہے۔ کہتا ہے ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

تو دنیا میں ایک انسان کے مقابلہ میں انسان قربانی کرکے اس کا بدلہ اتار سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے خاص بندوں کے احسانات اور انعامات کہ وہ بھی خدا ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں کوئی انسانی قربانی ایسی نہیں جو کچھ حیثیت رکھتی ہو۔ کیونکہ اس کے انعام اس قدر عظیم الشان ہوتے ہیں کہ جن کا شکریہ ادا ہی نہیں ہوتا اس لئے انسان جو بھی قربانی کرے وہ کم اور تھوڑی ہی ہے۔ مگر کئی لوگ ایسے ہیں جو کچھ خدمت دین کرکے یا چندہ دیکر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ کر دیا ہے۔ پھر اگر ان سے چندہ مانگا جائے تو اعتراض کرتے ہیں کہ ہر وقت چندہ ہی مانگا جاتا ہے ہم پہلے جو دے چکے ہیں۔ لیکن ان کو دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مقابلہ میں کیا قربانی کی ہے۔ وہ تو اگر اپنا سب کچھ بھی خدا کی راہ میں دے دیتے تو پھر بھی احسان ادا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو کچھ انسان کے پاس ہوتا ہے وہ سب کچھ خدا تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہوتا ہے۔ اگر وہ سارا ہی دے دے تو احسان کیا کر سکتا ہے۔ مگر یہ بھی اس کا احسان اور رحم ہے کہ اپنی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کچھ ہی کہتا ہے اور باقی ہمارے پاس رہنے دیتا ہے

تو اس قسم کے خیالات شیطانی خیالات ہوتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

مومن کو چاہیے کہ جس قدر بھی اس سے ہو سکے قربانی کرے۔ لیکن ہو سکنے کا فیصلہ اپنے دل سے نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس وقت دین کو کس قدر قربانی کی ضرورت ہے۔ اور وہ اس سے کیسی قربانی کا مطالبہ کر رہا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی دینی ضرورت ایسی نہیں پیدا کیجاتی کہ جس کے پورا کرنے کے لئے اس وقت کے لوگوں میں طاقت اور ہمت نہ ہو۔ بلکہ ایسی ہی پیدا کی جاتی ہے۔ جس کو لوگ پورا کر سکیں۔

اس لئے دین کی ضرورت کو دیکھ کر قربانی کرنا چاہیئے اور یہ وسوسہ ہرگز دل میں نہ آنے دینا چاہیئے کہ ہم نے بہت کچھ کر لیا ہے۔ اب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یا ہم کر نہیں سکتے۔

دُعا

اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ اس زمانہ کو سمجھیں۔ اور حضرت مسیح موعود کے ذریعہ جو خدا تعالیٰ کا ہم پر فضل ہوا ہے۔ اور ہم پر جو انعامات کے دروازے کھولے گئے ہیں ان کا شکریہ ادا کر سکیں۔ اور جہاں تک ہو سکے ہر رنگ میں قربانی کرنے کی خواہش اور موقعہ نصیب ہو۔ اور کچھ خدمت دین کرکے اس پر فخر اور ناز نہ ہو۔ بلکہ اس پر بھی خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے اس کے کرنے کی توفیق دی۔

ہندوستان سے باہر کے خریداروں کے نام

چوتھی مرتبہ اطلاع دیجاتی ہے کہ جو صاحب اپنا اپنا بقایا صاف نہ کرینگے اور آئندہ سے پیشگی قیمت نہ بھیجدیں گے۔ ان کے نام الفضل

دعوت الی الخیر

لندن میں تبلیغ

وزیر اعظم کا مکتوب ۔ امریکن افواج کو تبلیغ وزیر ایران سے ملاقات

صاحب وزیر اعظم کا خط

کسی پچھلی مراسلت میں وزیر اعظم کا لیکچر سننے کا ذکر کر چکا ہوں۔ جس موقعہ پر میرے اور برادر قاضی صاحب کے فوٹو اخبار کے فوٹو گرافروں نے لیکر سنڈے پکٹوریل اور بعض دیگر بالتصویر اخباروں میں چھپوائے تھے۔ یہ پرچہ سنڈے پکٹوریل ہر اتوار کو ۳۰ لاکھ کی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ صاحب وزیر اعظم کی تقریر سننے کے بعد میں نے ان کو کامیاب تقریر پر مبارکباد کا ایک خط لکھا اور اس میں ظاہر کیا کہ ہندوستان دل و جان سے آپ کے ساتھ متفق ہے اور ساتھ ہی حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی تصنیف رسالہ ماتحت سن (متعلق پیشگوئی بابت زار) بھیجی جس پر صاحب وزیر اعظم نے نہایت شکریہ کا خط بالخصوص کتاب کے ذکر کے ساتھ مجھے لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ انگلستان میں ہر درجہ کے اصحاب کو تبلیغ کرنے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ پیدا ہو جاتا ہے

امریکن فوج کو تبلیغ

۱۵- اگست کو امریکہ کی فوج جس کی تعداد پانچ ہزار سپاہی ہے اور براہ انگلستان فرانس کے میدان جنگ کو جا رہی ہے۔ شہر کے ایک بڑے حصہ سے ہوتی ہوئی بادشاہی محل بکنگھم پیلس کے سامنے سے گذاری گئی۔ برادر قاضی صاحب تو تبدیلی ہوا کے واسطے سمندر گئے تھے۔ عاجز بھی وہاں پہنچا سڑک کے دونوں طرف میلوں تک مردوں اور عورتوں کا جمگھٹا تھا جو امریکن سپاہیوں کی عزت کی خاطر جمع تھے۔ شاہی محل کے دروازے کے سامنے جو قطار تھی میں وہاں پہنچا۔ لوگ جگہ لینے کے واسطے گھنٹوں قبل وہاں کھڑے تھے۔ مگر چند شرفاء نے مجھے عین دروازے کے سامنے جگہ دے دی۔ بادشاہ سلامت مع ملکہ و ولیعہد اور اپنی دختر اور جرنیل فرنچ اور وزیر اعظم شاہی محل سے نکلے اور دروازے پر آکھڑے ہوئے۔ پہلے حاضرین کا سلام لیا پھر امریکن فوج ... کی آمد کا سلام لیا۔ اور آخر ان سپاہیوں کو دیکھا جو ہمارے قریب کھڑے تھے۔ امریکن فوج سلامی دیکر قریب کے میدان میں دعوت کھانے چلی گئی۔ جہاں بادشاہ کی طرف سے دعوت کا سامان موجود تھا اس وسیع احاطہ میں سب فوج گھاس پر بیٹھ گئی لوگ جنگلے کے باہر سے ان کو دیکھتے رہے۔ اور ہرروں کے نعرے لگاتے رہے۔ احاطہ کے اندر صرف امریکن لوگ اور چند انگریز دعوت کے انتظام کیواسطے تھے۔ اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ مگر یہ عاجز جب بڑے گیٹ پر گیا تو افسر نے مجھے اندر جانے دیا۔ میں متفرق جگہوں پر امریکن سپاہیوں اور ان کے افسروں کے ساتھ ملا۔ اور ان کو امید دلائی کہ وہ فتحیاب ہونگے۔ نیز انہیں حضرت نبی اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی خوشخبری سنائی۔ انہوں نے سب باتوں کو بڑی ... اور خوشی سے سنا ایک جگہ چند معزز امریکن جنٹلمین بیٹھے تھے۔ اور ان کا فوٹو لیا جا رہا تھا مجھے بھی انہوں نے اپنے ساتھ بٹھلایا ایک جگہ ایک امریکن سپاہیوں کی پارٹی کو میں تبلیغ کر رہا تھا کہ ایک فوٹو گرافر نے اچانک ہمارا فوٹو لیا۔ دو جگہ اور بھی اسی تبلیغ کے درمیان فوٹو لئے گئے۔ یہ فوٹو لندن کے اخبارات سکیچ اور گرافک وغیرہ میں چھپ گئے ہیں۔ نیز امریکہ کے اخبارات کو روانہ کئے گئے ہیں۔ چند پرچے تصویروں والے میں نے بحضور خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ اور بعض دیگر دوستوں کو روانہ کئے ہیں۔ جب دعوت ختم ہوئی تو میں امریکن فوج کے آگے ان کے افسروں کے ساتھ ان کے کیمپ کے قریب تک گیا۔ دو رویہ لاکھوں عورتیں اور مرد ہرے کہتے اور خوشی کے نعرے لگاتے تھے۔ بعض مجھے خصوصیت سے سلام کرتے تھے معلوم نہیں انھوں نے کیا سمجھا۔

وزیر ایران سے ملاقات

ہز ایکسلنسی نواب مرزا مہدی خاں مشیر الملک وزیر سلطنت ایران متعینہ لندن کے ساتھ کچھ خط وکتابت ہوئی تھی۔ جس پر انھوں نے میری دعوت کی۔ اور ملاقات کی خواہش ظاہر کی گذشتہ ہفتہ کی شام کو میں ان کے مکان پر گیا۔ بہت ہی خوش اخلاق سے پیش آئے۔ سلسلہ حقہ کے تمام حالات انشراح صدر سے سنے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی اور نشانات کو بہت توجہ سے سنا اور نہایت ہی خوش ہوئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایک فیلسوف پیدا کیا۔ ایران کے چند اخبارات مجھے دیئے اور فرمایا کہ آپ سلسلہ تبلیغ وہاں بھی کریں۔ اور خواہش ظاہر کی کہ حضرت کی چند کتب انھیں مطالعہ کے واسطے دوں۔ جاتے ہی مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ فارسی جانتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا۔ آپ فارسی زبان خوب بولتے ہیں۔ عزیز برادر سید ولی اللہ شاہ صاحب کا بھی ذکر کیا۔ اور اصل سلسلہ خط وکتابت اسی کی خاطر ان سے شروع کیا تھا۔ انھوں نے مجھ سے عزیز کا نام وغیرہ ایک کاغذ پر لکھ لیا اور پختہ وعدہ کیا کہ میں عزیز کی تلاش میں بذریعہ قسطنطنیہ اور براہ راست بیروت خط لکھ کر پوری سعی کرونگا۔ مگر اس پر وقت لگیگا۔ کیونکہ آجکل خطوط کی آمد و رفت دیر سے ہوتی ہے۔ میں نے جلدی واپس آنا چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کے واسطے آج کا دن فرصت کا رکھا ہے۔ اگر آپ کا حرج نہ ہو تو بیٹھئے۔ میں بیٹھ گیا۔ متواتر تین گھنٹہ تک صرف سلسلہ حقہ احمدیہ کی تبلیغ ہوتی رہی بہت اثر ہوا۔ فرمایا مجھے ضرور ملتے رہیں۔ اور اپنے لیکچروں کے مقام اور تاریخ سے اطلاع دیتے رہیں۔ میں بھی فرصت پاکر شامل ہونگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قبول اسلام

برادر قاضی صاحب نے نئے مکان کے انتظام میں بہت محنت کی۔ وہ آرام لینے کے واسطے سمندر کے کنارے گئے ہیں۔ آئندہ اتوار کو عاجز کا ایک لیکچر ہونے والا ہے۔ نو مسلمہ بہن سلمیٰ بھی بھی دختر نیک اختر ... واسطے انشاء اللہ کل لندن آئیں گی۔ وہ بھی ہمارے ساتھ پڑھینگی۔ نیز اتوار کے لیکچر میں شامل ہونگی۔ ایک نوجوان جنٹلمین جو محکمہ ... میں کام کرتے ہیں عاجز کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے پہلا نام مسٹر ... ہے اسلامی نام حمید رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ ان کی درخواست فارم بیعت درخواست مسٹر ... صاحب و مسٹر ... صاحب جلال الدین جن کا پچھلی مراسلتوں